آسان اور عام فہم انداز میں

فاتحہ کا طریقہ

مولانا مولوی نور محمدؒ

آسان زبان اور عام فہم انداز میں

فاتحہ کا طریقہ



حضرت مولانا مولوی نور محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ

بیتُ الکتب کراچی
متصل مدرسہ اشرف المدارس
گلشن اقبال فون 4975024

آسان اور عام فہم انداز میں

فاتحہ کا طریقہ

مولانا مولوی نور محمدؒ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

آسان زبان اور عام فہم انداز میں

فاتحہ کا طریقہ

حضرت مولانا مولوی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ

سوال: فاتحہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: کسی نیک کام کا ثواب جو ہم کو خدا سے ملنے والا ہے وہ کسی دوسرے کو بخش دینا اور اس کا نام ایصال ثواب یا فاتحہ ہے۔

سوال: کس کس چیز اور کام کا ثواب بخشا جا سکتا ہے؟

جواب: حلال مال اہل علم، طالب علموں، مساکین، بیوہ، یتیم بچوں کو دینا کھلانا، مسجد، مدرسہ وغیرہ بنانا یا بدنی عبادت مثلاً نفلی نماز، نفلی حج، نفلی روزہ، تلاوت قرآن، حدیث پڑھنا، درود اور وظائف پڑھ کر ایسے ایسے ہر نیک کام کا ثواب دوسروں کو بخش سکتے ہو۔

سوال: حرام مال کس کو کہتے ہیں؟

جواب: جو ناجائز ذریعہ سے حاصل کیا گیا ہو۔

سوال: تو کیا اس کو خیرات کر کے جو ثواب حاصل ہو اس کو بخش سکتے ہیں؟

جواب: اس سے نہ ثواب حاصل ہوتا ہے اور نہ بخشا جا سکتا ہے۔

سوال: فاتحہ کا طریقہ بتاؤ!

جواب: ہم کو ملے ہوئے ثواب کی بابت دل میں خیال کرنا کہ اس کا ثواب

میں نے فلاں کو بخشا یا زبان سے کہہ دینا مگر بہتر دل کا خیال ہے۔

سوال: خیرات، نفلی نماز، روزہ وغیرہ ادا کر کے فاتحہ دینے کا طریقہ بتاؤ۔

جواب: یوں دعا کرے کہ اے خدا میں نے اس نیک کام یا خیرات کا ثواب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا تو اس کو قبول فرما۔ اگر کسی اور کو بخشا منظور ہو تو یوں کہو کہ میں نے اس کا ثواب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط یا طفیل سے یا بزرگان دین کے توسط یا طفیل سے فلاں رشتہ دار یا دوست کو بخشا تو اس کو قبول فرما۔

سوال: کیا طفیل یا توسط کا ذکر درمیان میں لانا ضروری ہے؟

جواب: شرع شریف میں اس کا کہیں حکم نہیں ہے اور نہ تاکید ہے، لیکن اگر درمیان میں اس کا ذکر ہو جائے تو بہتر، ورنہ یوں بھی بہتر ہے۔ مطلب تو صرف ثواب بخشنے سے ہے۔

سوال: قرآن مجید اور درود شریف یا کوئی وظیفہ پڑھ کر اس کے فاتحہ یعنی ثواب بخشنے کا طریقہ بتاؤ۔

جواب: دل میں خیال کر لو یا زبان سے کہہ دو کہ اس کا ثواب میں نے فلاں کو اللہ کے واسطے بخشا، اوراد و وظائف بخشنے میں سب سے آسان اور کم عبارت اور زیادہ ثواب والا مندرجہ ذیل وظیفہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد سورہ فاتحہ ایک بار، سورہ اخلاص تین بار، اور درود شریف ایک بار پڑھ کر پھر اس کا ثواب جس کو چاہے بخش دے۔ اس کم عبارت میں زیادہ ثواب ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن کی تلاوت کرنے والے کو ہر حرف کے عوض دس نیکیاں

ملیں گی تو گویا لفظ الحمد کی جس کے پانچ حرف ہیں پچاس نیکیاں ہوئیں، وعلیٰ ہذا القیاس۔

سوال: قرآن شریف دیکھ کر یا یاد سے کوئی سورت یا آیت پڑھ کر ثواب بخشے؟

جواب: جیسا بھی تم کو موقع ملے یا آسان ہو عمل کرو، خاص قید کوئی نہیں ہے۔

سوال: عورت کی فاتحہ دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: فاتحہ دینے کے معنی نیک کام یا خیرات کے ثواب کو بخشنے کے ہیں جو ہر مسلمان مرد وعورت کا یکساں حق ہے اور جائز ہے۔

سوال: اگر فاتحہ یعنی خیرات کے لیے کھانا تیار کرنا ہو تو اس کا تیار کرنا ایام یا نفاس والی عورت کو بھی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی عورت نے کیا قصور کیا ہے؟ اس کو تو ہر نیک کام کرنا جائز ہے اور ثواب بخش سکتی ہے اس کو تو صرف قرآن کی تلاوت اور نماز اور روزہ جائز نہیں ہے۔

سوال: کیا نماز یا خیرات یا کھانا کھلانے سے قبل فاتحہ دے سکتے ہیں جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں؟

جواب: جب فاتحہ کے معنی ثواب پہنچانے یا بخشنے کے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جب تک ثواب ہم کو نہ ملے دوسرے کو بخش نہیں سکتے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نیک کام یا خیرات یا کھانا کھلا چکنے کے بعد ثواب ہم کو ملتا ہے تو پھر قبل اس کے ہم کو ثواب ملا ہو ہم فاتحہ کیوں کر دے سکتے ہیں۔ پس ایسا کرنا غلط ہے۔

سوال: اگر اول ایک شخص کو ثواب بخشا جائے تو اس کے بعد دوسروں کو بھی وہی ثواب بخشا جاسکتا ہے؟

جواب: نہیں البتہ اگر اول ہی سے تم سب کو شامل کر کے بخشتے تو سب کو ملتا یعنی یوں کہتے کہ میں نے اس کا ثواب فلاں فلاں سب کو بخشا۔

سوال: کسی کو فاتحہ کے لیے کسی خاص قسم کا کھانا یا وقت و تاریخ مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ درست ہے تا کہ خبر ہونے پر منتظمین اور رشتہ داروں کو جمع ہونے میں آسانی ہو۔

سوال: یہ جو لوگ میت کے بعد حسب دستور مندرجہ ذیل تاریخوں پر خیرات کرتے ہیں مثلاً سوم، دسواں، بیسواں، تیسواں، چالیسواں، سہ ماہی، شش ماہی، برسی اور جمعراتیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صرف اصل خیرات تو جائز ہے مگر یہ تاریخیں جو مروج ہیں یہ ہندوؤں کی نقل ہے کہ ان کے یہاں بجنسہٖ یہی تاریخیں دوسرے ناموں سے مشہور ہیں، مسلمانوں نے صرف نام بدلے مثلاً جس کا نام ہندوؤں کے یہاں تیجا ہے اس کا نام مسلمانوں نے سوم رکھا وغیر ذلک۔ یہ سب باتیں ہندوؤں سے نام بدل کر لی گئی ہیں، اس وجہ سے اس قسم کی تاریخوں کی پابندی ناجائز ہے۔

درحقیقت معاملہ یوں بگڑا کہ شاہانِ ہند کے وقت جب مسلمانوں کے پاس دولت کی کثرت ہوگئی اور رکھنے کی جگہ نہ رہی تو اس کے خرچ کے لیے برائے حصول نام وری ہندوؤں کی ہر رسم کو اپنے یہاں جاری کیا، اب جب مسلمان غریب ہو گئے

تو رسم کی لکیر کے فقیر بن کر اس کی دم پکڑے ہوئے ہیں۔ اب اگر ان باتوں سے ان کو کوئی روکے تو جہالت کے مارے یہ خیال کرتے ہیں کہ اس پرانی بات سے ہم کو منع کیا جاتا ہے اور ایک نئی بات کی ہدایت کی جاتی ہے حالانکہ جس کو وہ پرانی کہتے ہیں وہ بالکل نئی بات ہے کہ قرون اولیٰ کے تمام مسلمانوں کے دستور العمل کے خلاف اور شرع شریف کی رو سے ناجائز ہے اور جس کو وہ نئی کہتے ہیں وہ پرانی ہے مقام غور ہے کہ شرع کا حکم ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ عنہم اور اماموں رحمہم اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں تمام مسلمانوں میں شرع کے حکم کی وجہ سے رواج تھا کہ میت کے گھر والوں کے صدمہ اور رنج کو ہلکا کرنے کے لیے ان کو رشتہ دار پڑوس کے مسلمان کامل تین یوم (چھ وقت) تک کھانا پہنچایا کرتے تھے اور اب یہ ہو گیا کہ اسی روز یا دوسرے تیسرے دن سب آ کر میت کے گھر حرام کا لقمہ کھاتے ہیں اور اس کا نام خیرات بتاتے ہیں بلکہ بعض وقت ایسے بے شرموں کو حرام کا لقمہ کھلانے کی غرض سے میت کے گھر والے قرض لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ایک صدمہ تو ان کو تھا اپنے مردے کا اور ایک دوسرا صدمہ ناگہانی یہ پیش آ جاتا ہے کہ حرام خور میت کے دروازہ یا گلی کوچوں میں اس انتظار میں ہوتے ہیں کہ کیا کھلائیں گے اور صورت یہ ہو جاتی ہے کہ کھانا بھی حرام کھلانا بھی حرام اور اس کے لیے قرض لینا بھی حرام۔ غرض سب شیطانی کام ہو جاتا ہے اور اگر قرض لے کر یا اپنے آپ کو تنگ کر کے نہ کھلائی یا پیسے نہ تقسیم کریں تو بستی یا محلہ والوں میں بدنامی ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ "مر گیا مردود جس کی فاتحہ نہ درود"۔ غرض کہ حرام کھانے والوں نے ایسے ایسے الفاظ بنا رکھے ہیں جن کی وجہ سے یا تو کھانا کھلانا پڑتا ہے یا روپیہ پیسے تقسیم کرنے پڑتے ہیں جو خدا کے یہاں نہ خیرات میں شمار اور نہ ثواب

میں بلکہ گناہ عظیم ہے کہ بری رسم کو زندہ وقائم رکھنا ہے۔

سوال: تو پھر خیرات کا صحیح طریقہ کیا ہے جس سے میت کو ثواب پہنچے اور خیرات کرنے والوں کو گناہ نہ ہو؟

جواب: جب رنج وغم کے تین یوم گزر جائیں اور اطمینان کی حالت قائم ہو جائے تو کسی تاریخ پر جس کو وارث مناسب خیال کریں صرف مساکین، طالب علموں اور یتیم نادار بچوں کو اس شرط پر بطریق خیرات کھانا کھلا سکتے ہیں کہ وہ نہ تو قرض لے کر تیار کیا گیا ہو اور نہ ایسا ہو کہ اپنے ایسے ذاتی مال میں سے کہ اس کے خرچ ہونے کے بعد خود تنگ دست ہو جائیں کہ ایسا کرنا ثواب سے خالی اور ناجائز کام ہوگا۔ ہاں ایسی صورت میں کھانے کے بدلے نفلی نماز، قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر میت کو ثواب بخشے اور حرام خوروں کی باتوں میں ہرگز نہ آئے کہ کھانا کھلاؤ ورنہ تمہارا مردہ قبر میں اوندھا پڑا رہے گا کہ یہ سب شرع اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ناجائز باتیں ہیں اور کسی مذہب میں نہیں ہیں۔

سوال: بعض لوگ اناج یا کھانا لے جا کر تدفین میت کے وقت بانٹتے ہیں اور پھر آ کر جنازہ لے جانے والوں کو حاضری کی روٹیاں کھلاتے ہیں اور بعض مقامات پر دستور ہے کہ جب جنازہ پڑھ لیتے ہیں تو بطریق اسقاط[1] قرآن مجید پھراتے ہیں اور پھر پیسے یا روپیہ بانٹتے ہیں؟

---

(۱) اسقاط میت کا مطلب یہ ہے کہ میت کی عمر بھر کی قضا نمازوں اور روزں کا فدیہ وکفارہ ادا کرنا۔ پھر اس میں کچھ حیلے بھی کیے جاتے ہیں تا کہ فدیہ وکفارہ بھی ادا ہو جائے اور رقم بھی زیادہ خرچ نہ کرنی پڑے۔ (معراج محمد)

جواب: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کل زمانۂ حیات میں اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے کل زمانہ میں اور پھر تابعین و تبع تابعین کے کل زمانوں میں اور چاروں اماموں کے کل زمانۂ حیات میں یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر پانچ سو برس تک ہزاروں مسلمان مرتے تھے اور پیدا ہوتے تھے مگر کبھی اس قسم کی باتیں نہیں ہوئیں جن کو تم نے سوال میں ظاہر کیا ہے' بلکہ ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک یہ ساری باتیں و رسوم مکہ' مدینہ' شام' روم (ترکی)' بغداد اور مصر میں نہ موجود تھیں اور نہ اب موجود ہیں۔ کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ ایک کے یہاں آدمی مرا ہو اور تم اس کی بابت کھانے اور پیسے وصول کرنے کی دل میں خوشی مناتے ہو اور وارث کو رسم کے مطابق مجبوراً خرچ کرنا ہی پڑتا ہے پس اسقاط کا یہ رواج ناجائز' ثواب سے خالی' دینا بھی حرام لینا حرام کہ یہ اسقاط نہیں ہے بلکہ بہت بڑی ریاکاری سے غریب مسلمانوں کی تباہی ہے پس یہ سب کچھ ناجائز ہے اور یار لوگوں نے تر لقمے کھانے کی غرض سے غریب اور جاہل مسلمانوں کے گلے میں پھندے ڈال کر بطریق شکار ایک ناجائز جال میں پھانس رکھا ہے' تم کو اس جال سے بچنا چاہیے۔ البتہ حاضری کا کھانا اگر میت کے گھر والوں نے مہیا نہ کیا ہو' بلکہ رشتہ داروں نے یا پڑوس والوں نے بھیجا ہو تو ایسے کھانے کو میت کے گھر والوں کے ساتھ حاضرین جنازہ بھی کھا سکتے ہیں کہ اس میں کوئی عیب کی بات نہیں ہے بلکہ اس ترکیب سے حاضری کے لوگوں کا یعنی

حاضرین جنازہ کا میت کے گھر آنا ان کو کھانے پر مجبور کرنا اور ان کے ساتھ خود بھی کھانا ہمدردی و مروت و ثواب کی بات ہے تا کہ ان کو ایک قسم کی تسلی حاصل ہو۔

سوال: جب معاملہ ایسا ہے تو خیرات کا سب سے بہترین طریقہ کیا ہے؟

جواب: اگر تم سے ہو سکے تو اس قسم کی خیرات سب سے مقدم اہل علم کو دو، مسجد کے اماموں کو دو اور شریعت کے علم کے طالب علموں کو دو، چاہے نقد دو یا کھانا دو یا کپڑے دو یا کتابیں یا قرآن شریف۔ تا کہ اس ترکیب سے انکی مدد ہو اور ان کی وجہ سے شرع اسلام کا علم زندہ و سلامت رہے پس اس سے بہتر طریق خیرات کے لیے نہ تو موجودہ زمانہ میں ہے اور نہ گزشتہ زمانہ میں تھا بہترین مسلمان ہمیشہ سے اسی پر عمل کرتے چلے آئے ہیں بھیک مانگنے والوں اور مصنوعی فقیروں سے بچتے رہو اور جو درحقیقت فقیر ہیں ان کی عزت کرو اور مدد کرو۔ بیوہ عورتوں اور پڑوس کے محتاجوں کا خیال رکھو اگر تم اس طریق پر عمل کرو گے اور خیرات جس مطلب کے لیے مقرر ہے اسی طرح کرتے رہو گے تو شرع اسلام کے علم برداروں کی کثرت ہو گی اور تم کو ثواب ہو گا اور خیرات بے کار نہ جائے گی گویا اس قسم کی خیرات سے شرع اسلام کو مدد دینا ہے جو ہر اس شخص کا فرض ہے جس کے دل میں نور ایمان ہو۔ ایسے رشتہ داروں یا محلہ والوں کو جن کا مناسب طور پر گزارہ چل رہا ہو اور آسودہ حال ہوں ان کو دینا یا کھلانا ثواب سے خالی ناموری، پیسے کو بیکار خرچ کرنا اور مد خیرات سے خالی ہے۔

سوال: شادی یا خوشی کی دعوتوں میں اگر مالداروں اور مالدار رشتہ داروں کو کھلایا جائے تو یہ کیسا ہے؟

جواب: یہ جائز ہے کہ یہ خیرات کی مد سے باہر ہے، لیکن اگر قرض لے کر یا اپنے ذاتی مال میں سے اس قدر خرچ کیا جائے کہ بعد میں تنگ دستی پیش آجائے تو یہ قرآن اور شرع کے حکم سے ضرور ناجائز ہے۔

سوال: کھانا اور اس کے برتنوں کو روبرو رکھ کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: یہ بالکل بے اصل ہے، ہندو لوگ پنڈت کو بلا کر ایسا کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں یہ اس کی نقل ہے (دیکھو کتاب رفاہ المسلمین)

سوال: فاتحہ کے وقت جگہ لیپ کر کھانے پینے کے برتن پان پھول مسی وغیرہ رکھ کر آگ پر عود ولوبان ڈال کر اور کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر قرآن یا وظائف پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ایسا کر کے پڑھنا ناجائز ہے۔ ہندو ایسا کر کے اپنے خیال میں دیوتاؤں کو بلاتے ہیں، اس کے لیے جگہ صاف کر کے خوشبو جلاتے ہیں اور پھر منتر پڑھتے ہیں، اور تم ان کی نقل کرتے ہو (تنبیہ الغافلین، مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ)

سوال: صدقہ کس کو دینا چاہیے؟

جواب: فقیروں، مسکینوں کو جن میں مقدم حق رشتہ داروں کا ہے اور اہل علم کو، تا کہ وہ بے فکر ہو کر شرع اسلام کا علم حاصل کریں۔

سوال: شب برات میں جو لوگ حلوا بناتے ہیں یہ کیسا ہے؟

جواب: اپنے گھر والوں کے لیے یا بطریق خیرات بھی اگر حلوا یا کھانا حسب

گنجائش پکا کر کھائیں یا کھلائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال: شب برات کو جو لوگ چراغ روشن کرتے ہیں اور آتش بازی چھوڑتے ہیں یہ کیسا ہے؟

جواب: جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شاہان ہند کے وقت جب مسلمانوں کے پاس دولت کی کثرت ہوگئی رکھنے کو جگہ نہ رہی تو ہندوؤں کی ہر رسم کے بدلہ اپنے یہاں پیسہ کے خرچ کے لیے رسوم جاری کیں۔ اسی طرح یہ بھی ہوا۔ ہندو بتیس کروڑ دیوتا (یعنی آدھا خدا) ہونے کے قائل تھے یعنی جس چیز سے ان کو فائدہ یا نقصان کا خیال ہوتا تھا اس کو وہ دیوتا مانتے تھے۔ ان میں سے بعض زمین کے متعلق تھے جیسے پانی، درخت، سانپ، زمین وغیرہ۔ اور بعض آسمان کے متعلق جیسے سورج، چاند، ہوا، زہرہ، مریخ، اِندر وغیرہ۔ پس جن دیوتاؤں کو آسمانی عالم کی طرف مانتے تھے ان تک خیرات پہنچانے کا دیوتا ان کے یہاں آگ تھی، اس وجہ سے اس کو اگنی دیوتا کہتے تھے جس کو تمام آسمانی دیوتاؤں کا پیغمبر بتاتے تھے کہ یہ اپنی لو اور دھوئیں کے ذریعہ ان تک ان کی خیرات وغیرہ پہنچاتی ہے۔ قدیم زمانہ کے ہندو بچارے سیدھے سادھے تھے وہ یہ خیال کرتے تھے کہ آسمانی دیوتا مثلاً سورج وغیرہ یہاں قریب ہیں، آگ کی لو اور دھواں وہاں تک پہنچے گا، اور اب بھی وہ بطریق رسم اسی لکیر پر چل رہے ہیں، اسی وجہ سے عبادت کے وقت گھی اور میوے جات جلاتے ہیں تاکہ آگ کے ذریعہ عالم بالا کے دیوتاؤں کو پہنچے اور مردہ کو بھی اسی وجہ سے جلاتے ہیں تاکہ آگ کے

ذریعہ عالم بالا میں داخل ہو جائے۔ کچھ تغیر کر کے یہ سب کام انہوں نے قدیم آتش پرستوں سے حاصل کیے تھے۔ مگر ان باتوں میں مسلمانوں نے ان کی شاگردی نہ کی' البتہ ہندو سال بھر میں ایک مرتبہ دیوالی کے موقع پر آگ سے کام لے کر ایک عام روشنی کرتے تھے تا کہ عالم بالا کے دیوتا خوش ہو جائیں مسلمانوں نے جب دیکھا تو یہ خیال کیا کہ ہم کیوں محروم رہیں اور تیر مار کے شب برات کو اس کے لیے تجویز کیا اور بجائے عبادت کے آتش پرستی میں مشغول ہو گئے ہندوؤں کا مطلب تو ان کے خیال کے مطابق ٹھیک تھا کہ وہ آگ کو عالم بالا کے دیوتاؤں کا پیغمبر مانتے تھے مگر مسلمان بلا سوچے اور سمجھے اس میں شامل ہو گئے اور خواہ مخواہ اندھے کی طرح سے لاٹھی لے کر ناچنے لگے پس یہ سب کچھ حرام اور ناجائز ہیں۔

سوال: بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم کسی بزرگ کا عرس کرتے ہیں یا محرم کے تعزیے بناتے ہیں یا ان میں شامل ہوتے ہیں تو ہم کو اس سال فائدہ ہوتا ہے اور تندرسی ہوتی ہے ورنہ نہیں۔

جواب: ہندو اپنے تیرتھوں کے بارے میں یہ خیال وعقیدہ رکھتے تھے اور رکھتے ہیں اور تمہارے دل میں ان کی نقل در نقل چل پڑی ہے۔ یہ شیطانی خیالات ہیں۔

سوال: کیا بزرگان دین کے مزارات کے عرس اور محرم کے تعزیوں کی کوئی حقیقت ہے؟

جواب: حقیقت یہ کہ ہندو اپنے مندروں میں بت پر پھول ڈالتے ہیں اور اس

کے آگے گاتے بجاتے ہیں مسلمانوں نے ان کی نقل اتاری کہ قبر پر پھول ڈالتے ہیں اور اس کے آگے گاتے بجاتے ہیں جس کا نام انہوں نے قوالی رکھا ہے اور ہندو رام لیلا نکالتے ہیں مسلمانوں نے تیر مار کر ان کے مقابلہ میں تعزیے نکالے جس میں حرمت شرعی کے علاوہ اہل بیت کی توہین ہے یہ سب کام ناجائز اور ان کے کرنے والے خدا کے آگے گنہگار ہیں پس شرعی طور پر ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ سارا شیطان کا فساد ہے۔

سوال: تو پھر کیا کرنا چاہئے؟

جواب: مزارات کی زیارت کرو اور آیات قرآنی و درود پڑھ کر ان کو ثواب بخشو بس وہ اسی کے محتاج ہیں اس کے سوا تمہارے تماشوں اور قوالیوں کی ان کو ضرورت نہیں ہے ان سے تو تم خود اپنی آخرت کو خراب کرتے ہو کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر سات سو برس تک مسلمانوں کے کسی زمانہ میں ان بت پرستی آمیز خرافات کا وجود تھا ہر گز نہ تھا پھر تم یہ کہاں سے لائے؟ بزرگان دین سے لے کر ادنیٰ مسلمان تک تمام اہل قبور زندوں کی دعائے مغفرت کے محتاج ہیں تا کہ ان کے گناہوں کی معافی ہو یا مراتب بڑھیں کیونکہ ان کے اعمال منقطع ہو چکے ہیں مگر تم وہاں خود محتاج بن کر بت پرستی کا رنگ جماتے ہو۔

سوال: لوگ کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ غالباً تیمور نے روضۂ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا تھا، پھر اس کا نمونہ بنا کر لوگوں میں پیش کیا؟

جواب: اول تو آج تک اس کا ثبوت نہیں ہوا کہ یہ خواب درحقیقت دیکھا بھی گیا تھا یا یوں ہی لوگوں نے مشہور کیا ہے اور اگر خواب دیکھا بھی تھا تو ایسے ولی کے خواب سے بھی جس کی ولایت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہو لوگوں کے عمل کے لیے کوئی مسئلہ ثابت اور جاری نہیں ہو سکتا' تو پھر خلفاء راشدین کے سوا ایسے بادشاہوں کے خواب سے عوام کے عمل کے لیے کس بنا پر ایک کام جاری ہو سکتا ہے جن کے اکثر اعمال فسق اور مسلمانوں کی ناجائز خونریزی سے خالی نہ تھے۔ تیمور نے ہندوستان کی اسلامی سلطنت' سلطان روم بایزید کی اسلامی سلطنت اور خراسان و شام کی اسلامی ریاستوں کو ناجائز طور پر تباہ کیا اور بارہ لاکھ مسلمانوں کا خون کیا سلطان روم کی دو لاکھ ترکی فوج کو صرف اس وجہ سے قتل کیا کہ آسٹریا کے ایک عیسائی یورپین بادشاہ نے بذریعہ خط تیمور سے پناہ اور مدد مانگی تھی۔ تمام اہل تاریخ کا اتفاق ہے کہ اس بہترین موقع پر اگر تیمور دخل نہ دیتا تو اس زمانہ کے سلطان روم کی بدولت آج تمام اہل یورپ مسلمان نظر آتے۔ پس ایسے لوگوں کے خواب کا کیا اعتبار ہے۔

سوال: منت کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: جب تم ایسا اقرار کرلو کہ اگر میری فلاں مشکل آسان ہوگی تو صرف اللہ کے واسطے نفلی نماز پڑھوں گا یا کسی قسم کی نفلی بدنی عبادت کروں گا یا خیرات کروں گا تو مشکل آسان ہونے پر نذر کا ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے اگر نذر میں نقدی یا کھانا مانا گیا ہو تو نہ خود کھائیں نہ اپنے اوپر خرچ

کریں اور نہ کسی تونگر کو دیں اور نہ غیر مسلم کو بلکہ مساکین یا طالب علموں کو دیں، ورنہ نذر ادا نہ ہوگی۔

سوال: نذر میں شاہ عبدالحق کا توشہ، حضرت مشکل کشا کا روزہ، بی بی کی صحنک، امام جعفر کے کونڈے وغیرہ کا اقرار کرنا کیسا ہے؟

جواب: یہ سب کفر کی باتیں ہیں ان میں سے اکثر رافضیوں کی ایجاد ہیں۔ خدا کے سوا کسی کے متعلق اس قسم کا اقرار کرنا درست نہیں ہے۔

سوال: اولیاء کے مزار سے مراد مانگنا کیسا ہے؟

جواب: مشرکین عرب اور ہندو اپنے اپنے دیوتاؤں اور بتوں سے مرادیں مانگا کرتے تھے اور ان کو سفارش کرنے والے خیال کرتے تھے بعض مسلمانوں نے خیال کیا کہ ہم کیوں خالی رہیں ان سے تو ہمارے پیشوا بہتر ہیں پس خدا کے سوا کسی ولی کے مزار سے مدد مانگنا کفر ہے۔

سوال: اگر بطور سفارش کے پیش کیا جائے کہ اے ولی ہمارے لیے خدا سے فلاں فلاں مراد مانگنا؟

جواب: یہی کام تو ہندو کرتے ہیں اور تمام مشرکین عرب کرتے تھے کیونکہ یہ سب خدا کو مانتے تھے اور آج تک مانتے ہیں، مگر اپنی حاجات کی طلب کے لیے دیوتاؤں اور ان بزرگوں کی روحوں کو جن کی یادگار میں انہوں نے بت بنائے تھے دعا کے وقت سفارش کرنے والے اقرار دیتے تھے۔[1] تم نے صرف اتنا فرق کیا کہ بجائے بت کے قبر کو یادگار

---

(۱) جیسا کہ قرآن مجید میں ان کا قول نقل ہے: ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى (سورۂ زمر ۳) (یعنی ہم ان کو صرف اس لیے پوجتے ہیں تا کہ وہ ہمیں خدا کا مقرب بنا دیں) (معراج محمد)

قرار دیا۔ پس ایسا کرنا کفر ہے، البتہ وسیلہ پیش کرنا درست ہے۔

سوال: وسیلہ کا طریقہ بتاؤ؟

جواب: یوں کہو کہ اے خدا اس مزار والے کے واسطہ یا برکت سے یا فلاں بزرگ یا نبی کے واسطہ یا برکت سے میرا فلاں کام پورا کر دے اس کا نام وسیلہ ہے، جو جائز ہے۔ غیر مقلد یا اہل حدیث حضرات شاید اس کو تسلیم نہ کریں گے مگر یہ تسلیم نہ کرنا غلو اور زیادتی ہے۔ اس قسم کا وسیلہ قرآن اور شرع سے ثابت ہے کہ ہر مقام مقدس کی برکت سے دعا کی قبولیت میں زائد اثر ہوتا ہے۔ "تقویۃ الایمان" مصنفہ مولوی محمد اسمٰعیل شہید دہلویؒ میں ہے کہ اگر کوئی یہ کہے:

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئًا لِلّٰہ.

اے پیران پیر مجھ کو کوئی چیز اللہ کے واسطے دے دے۔

تو یہ کفر ہے کیونکہ اس میں شئی کا مالک حضرت عبدالقادرؒ کو قرار دیا گیا ہے جو غلط اور شرک ہے۔ اور اگر یوں کہہ دے:

یا اللہ شیئًا لِلعبد القادرؒ

اے خدا مجھ کو کوئی شئی حضرت عبدالقادرؒ کے واسطہ یا برکت سے دیدے۔

تو یہ جائز ہے، کیونکہ یہاں شئی کا مالک اللہ کو قرار دیا گیا ہے، اور پیران پیر کا صرف واسطہ دیا گیا ہے جو جائز ہے۔ (تقویۃ الایمان[1])

وہ دلائل کہ جن سے وسیلہ ثابت ہوتا ہے بخاری اور صحاح ستہ کی دیگر کتب میں مندرجہ ذیل صحیح احادیث ہیں:

---

(١) ملاحظہ ہو "تقویۃ الایمان" مطبوعہ اصح المطابع کراچی ص ۵۴۔

اولؔ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص تھے انہوں نے بارش کی وجہ سے پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لی' ایک چٹان گری اور غار کا منہ بند ہو گیا۔ ہر ایک نے باری باری اپنے اعمال کا واسطہ پیش کر کے خدا سے دعا کی۔ غار کا منہ کھل گیا۔

دومؔ: خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فقراء و بے بس ومحتاج مہاجرین کا واسطہ پیش کر کے کفار پر فتح کی دعا مانگی۔ گویا یہ بطور تعلیم تھا۔

سومؔ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا واسطہ پیش کر کے بارش کی دعا کی۔

یہ ظاہر ہے کہ واسطہ کسی شخص کے گوشت و پوست کا نہیں دیا جاتا بلکہ ان کے نیک اعمال کا دیا جاتا ہے پس اعمال ہر شخص کے خدا کے ہاں موجود رہتے ہیں' چاہے وہ شخص زندہ ہو اور چاہے مر گیا ہو۔ پس جو لوگ زندہ کی قید لگاتے ہیں یہ ان کی جہالت ہے بلکہ زندہ کے گوشت پوست کی پرستش کرتے ہیں اصل مطلب جو اعمال ہے اس کو نہیں جانتے اور یا محض ضد سے مطلب رکھتے ہیں۔

سوال: بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد اولیاء کا تصرف ودخل دنیا کے کل کاموں میں ختم اور بند ہو جاتا ہے اور کسی شخص کی مدد نہیں کر سکتے۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب: شرع اور واقعات کے مطابق تو یہ کلام بالکل صحیح ہے بلکہ وہ کسی چیز کے مالک نہیں رہتے اور ان کا ذاتی مال مرنے کے بعد وارثوں کو تقسیم ہو جاتا ہے اور کسی چیز کے دینے اور لینے کے نہ تو مالک رہتے ہیں اور نہ ان کو طاقت اور اختیار ہوتا ہے ان کے معاملہ کو زندہ آدمیوں کے

لیکن دین پر قیاس کرنا واقعات کے خلاف ہے۔

سوال: واقعات کے خلاف کیونکر ہے؟

جواب: واقعات بے شمار ہیں' بطور مثال ایک آدھ کافی ہے۔ وہ یہ کہ جب ایران کے رافضیوں نے بغداد پر قبضہ کیا' اہل علم و مشائخ کو قتل کیا تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار کو انہوں نے اپنے تمام زمانۂ قبضۂ بغداد میں گھوڑوں کا اصطبل بنائے رکھا اور آپ کے مزار پر گھوڑے پیشاب و لید کرتے تھے' مگر اس بے ادبی سے نہ کوئی گھوڑا مرا' نہ کسی کے سر میں درد ہوا۔ اسی طرح سلطان صلاح الدین کے قبضۂ شام سے 75 برس قبل جب یورپ کے عیسائیوں نے شام پر قبضہ کیا تھا تو بہت سی عورتوں اور بچوں و مشائخ کو مزاروں کے اندر قتل کیا تھا جہاں انہوں نے پناہ لی تھی ظاہر ہے کہ اگر دنیاوی جیسی حیات ان کو نصیب ہوتی تو وہ ان ظالموں کا مقابلہ کرتے جیسا کہ وہ حالت حیات میں ہمیشہ کیا کرتے تھے۔

سوال: لوگ کہتے ہیں کہ خدا کا حکم نہیں ہوتا' ورنہ وہ ایسے موقع پر زمین کو الٹ سکتے ہیں؟

جواب: یہ تو بے دلیل خیالی بات ہے بھلا اس زور اور طاقت کا بیان تم نے کہیں شرع کی کتاب یعنی قرآن' حدیث اور چاروں اماموں کے قول میں دیکھا ہے یا خود مشاہدہ کیا ہے؟

سوال: کیا ان کو موت کے بعد حیات نصیب نہیں ہے؟

جواب: دنیا سے بہتر حیات نصیب ہے کہ دنیا کی حیات' دنیا کے تفکرات و

مکروہات و کشمکش سے آلودہ رہتی ہے مگر وہاں بشرط ثبات ایمان راحت ہی راحت ہے مگر جاہل لوگ ان کی دنیاوی موت اور روحانی حیات میں فرق نہیں کرتے بلکہ وہ اس معاملہ کو زبردستی اپنی طرف سے زندہ آدمیوں کے لین دین پر قیاس کرتے ہیں' اور یہ خیال کرتے ہیں کہ جیسے زندہ آدمی ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ایسا ہی یا اس سے بھی زیادہ وہ کر سکتے ہیں۔

سوال: تو جاہل لوگ جو ان کی بابت ایسا خیال کرتے ہیں تو کیا ان بزرگوں نے ایسا اقرار یا دعویٰ کیا تھا؟

جواب: اپنے تمام زمانۂ حیات اور نیز آخری سانس تک ان میں سے کسی نے بھی اس کا اقرار کیا تھا اور نہ بیان دیا تھا۔ وہ تو پاک لوگ تھے' ہمیشہ خدا سے ڈرتے اور عجز ظاہر کرتے تھے' اور اسی بات کی وجہ سے انسان خدا کے ہاں مقبول بھی رہتا ہے۔ اگر یہ دو صفت نہ ہوں تو مردود ہو جاتا ہے۔

سوال: تو پھر جاہل لوگ ان کی طرف زور و طاقت و اختیارات کی نسبت کس وجہ سے کرتے ہیں؟

جواب: یہ لوگ ان پاک لوگوں پر یہ ایک تہمت لگاتے ہیں' اور جس بات کے وہ مدعی نہ تھے وہ ان کے لیے ثابت کرتے ہیں ان کا یہ سارا معاملہ بے دلیل ہے اور درحقیقت ایسا کر کے وہ بزرگان دین کی اہانت کرتے ہیں جیسا کہ عیسائی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت اور رافضی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بابت ایسی ایسی باتوں کے مدعی ہیں جن کی ان

دونوں حضرات کو خبر بھی نہیں ہے۔ قرآن میں ہے کہ عیسیٰ سے خدا قیامت میں دریافت کرے گا کہ تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو خدا کا بیٹا کہو؟ تو آپ جواب دیں گے کہ میں نے ان سے یہ نہیں کہا تھا اور میں جب تک ان میں موجد رہا ان کا مجھے علم رہا اور جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو پھر مجھے کچھ خبر نہ رہی کہ انہوں نے کیا کہا اور کیا بنایا[۱]۔

سوال: کیا قرآن شریف میں اس کے متعلق کوئی ہدایت موجود ہے؟

جواب: قدیم یہودی اور عیسائی اپنے اپنے فوت شدہ بزرگان دین کے مزاروں پر جا کر اس قسم کی حاجتیں مانگا کرتے تھے جن کا بیان احادیث میں کثرت کے ساتھ آیا ہے اور وہ یہ خیال کرتے تھے کہ یہ ہماری دعا کو سنتے اور دل کی مراد کو جانتے اور اس کی بابت مدد دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ خدا نے ان کے رد میں مندرجہ ذیل آیات نازل فرمائیں:

قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ (سورہ النمل. ٦٥)

اے پیغمبر تم ان سے کہہ دو کہ غیب کی بات چاہے آسمانوں میں ہو (عالم ملکوت وغیرہ میں) یا زمین میں (انسانوں کے دل یا دیگر امور میں) اس کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔

بلکہ ان بزرگوں کو تو اپنے متعلق یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ان پر حشر کا دن کب قائم ہوگا۔

---

(۱) سورۂ مائدہ آیات نمبر ۱۱۶ ، ۱۱۷

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (سورہ مومنون ۱۰۰)

ان کے ورے پردہ ہے قیامت تک۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ (سورہ الاحقاف. ۵)

ان لوگوں سے زیادہ گمراہ اور کون ہوگا جو خدا کے ہوتے ہوئے وہ ان بزرگوں سے دعا مانگتے ہیں جن کی دعا کا وہ قیامت تک بھی نہ جواب دے سکتے ہیں اور نہ قبول کر سکتے ہیں اور وہ بزرگ تو ان کی دعا سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔

سوال: اس باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا خیال تھا؟

جواب: بدر کے واقعہ کی وجہ سے جہاں حضور صلی علیہ وسلم نے کفار کی لاشوں سے خطاب فرمایا تھا صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہو گیا تھا مگر بعد میں اس بات پر اکثر کا اتفاق ہو گیا کہ یہ خطاب اور لاشوں کا سننا بطریق معجزہ تھا' ان کے سوا اور کوئی مردہ سن نہیں سکتا۔

سوال: تو پھر یہ شرع میں جو حکم ہے کہ میت کے نہلانے کا پانی نہ زیادہ ٹھنڈا ہو اور نہ زیادہ گرم اور قبر کے اوپر پاؤں رکھ کر نہ چلو یہ کیسا ہے؟

جواب: یہ بالکل درست ہے میت کی لاش جس کی روح خدا کے یہاں گئی ہمارے ایک عزیز کا جسم ہے' اس کے ساتھ بہترین سلوک سے پیش آنا چاہئے' ورنہ روح نکلنے کے بعد جسم کا چاہے کچھ بھی بنا دو اس کو کیا تکلیف ہوگی' مگر شرع شریف نے ایسے موقع پر مختلف ترکیبوں سے ہم کو آداب سکھائے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو پیشاب اور پاخانہ تک کے آداب سکھایا کرتے تھے' اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَحْنُ مَعْشَرُ الْاَنْبِيَاءِ نُكَلِّمُ النَّاسَ بِقَدْرِ عُقُوْلِهِمْ

ہم پیغمبروں کی جماعت ہیں' لوگوں کو نصیحت کی بات اسی انداز و مقدار سے بتاتے ہیں جس قدر ان کی عقلیں ہیں۔

اسی طرح سے قبر پر چلنے کا حال ہے کہ اگر ہم قبر کے اوپر چلیں تو اس سے میت کو جو دو گز نیچے ہے کیا تکلیف ہوگی مگر یہ مروت اور ادب کے خلاف ہے اس وجہ سے قبر پر پیر رکھنا' چلنا گناہ ہے ایسے مقام سے تو عبرت حاصل کرنا چاہئے ایسے مقام میں تو کھڑے ہو کر انکے لیے دعائے مغفرت کرنی چاہئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ جمعرات وغیرہ ایام میں قبرستان تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کے لیے دعا فرماتے تھے۔

سوال: قبرستان جا کر کیا کرنا چاہئے؟

جواب: اول یہ کہو:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ اَنْتُمُ السَّابِقُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ

اے قبرستان والو تم پر خدا کی سلامتی ہو تم ہم سے پہلے گئے اور ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔

اور پھر انکے لیے کھڑے ہو کر دعائے مغفرت کرنا اور آیات قرآن و درود پڑھ کر بخشنا چاہئے اور پھر وہاں اپنی چند روزہ حیات پر غور کر کے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔

سوال: اس سے تو معلوم ہوا کہ اہل قبور سنتے ہیں؟

جواب: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس سے اور نیز چند احادیث سے یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ اہل قبور سنتے ہیں اور اسی وجہ سے اہل علم کا اس میں اختلاف ہے مگر آیات قرآن اور بعض احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہیں سنتے۔ اور جو علماء اہل قبور کے سننے کے قائل نہیں ہیں وہ ان احادیث (جن میں صرف یہ ذکر ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے وہاں آپ نے اہل قبور سے ایسا ایسا خطاب فرمایا تھا اور یا ایسا ایسا کام کیا تھا اور یا کسی پیغمبر نے بطور معجزہ کسی قبر والے یا مردہ کو زندہ کیا تھا) کی بابت کہ جن سے اہل قبور کے سننے کا پتہ چلتا ہے یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ احادیث متشابہات میں سے ہیں یعنی ایک ایسا رمز ہے کہ جس کا علم سوائے خدا اور اس کے رسول کے اور کسی کو نہیں ہے۔ پس ان میں دخل دینا اور جدید مسائل مرتب کرنا اچھا نہیں ہے۔

سوال: کیا اس رمز کی بابت قرآن سے کوئی بیان مل سکتا ہے جس سے دل کو اطمینان ہو جائے؟

جواب: بے شک قرآن میں ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۙ (سورہ آل عمران: ۱۷)

جو لوگ خدا کی راہ (جہاد) میں شہید ہو گئے ہیں ان کو تم مردہ خیال نہ کرو کیونکہ وہ زندہ ہیں، خدا کے یہاں رزق کھاتے ہیں اور اس نعمت پر خوشی مناتے ہیں جو ان کو خدا سے ملی ہے، اور جو ان کے پیچھے زندہ لوگ باقی ہیں ان کے حق میں بھی یہ خوشی مناتے ہیں کہ ان پر بھی کوئی خوف و رنج نہ ہوگا۔

اس میں رمز یہ ہے کہ اس حیات اور رزق کھانے سے دنیاوی حیات و رزق کھانا مراد نہیں ہے، بلکہ خدا کے یہاں کی حیات و رزق کھانا مراد ہے جیسا کہ آیت میں خدا تعالیٰ نے اس کے ساتھ یہ قید لگائی ہے "جو ہمارے علم سے باہر ہے" اس قسم کی آیات و احادیث متشابہات میں سے ہیں، اس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءِ تَاْوِیْلِهٖ ج وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا

(سورہ اٰعمران: ۷)

خدا وہ ہے جس نے اے محمدؐ تم پر کتاب نازل کی ہے جس میں بعض تو آیات محکم ہیں (جن کا مطلب لوگوں کی سمجھ میں آسکتا ہے) اور بعض آیات متشابہ ہیں (جن کا مطلب لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتا) پس جن لوگوں کے دلوں میں فساد ہے تو وہ آیات متشابہ کی تفسیر و بیان کے پیچھے پڑ جاتے ہیں تا کہ لوگوں میں فساد برپا کریں حالانکہ ان کی تفسیر و مطلب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ (خدا کی شرع کے) کے علم میں پختہ ہیں وہ صرف اتنا کہہ دیتے ہیں کہ ان کے ظاہر مطلب پر ہم کو یقین و ایمان ہے کہ یہ سب خدا کی طرف سے ہیں۔

یعنی وہ ان سے دوسرا مسئلہ یا قیاس مرتب نہیں کرتے اور نہ پھیلاوا پھیلاتے ہیں۔

پس اب تم خیال کرو کہ اگر کوئی شخص سابق آیت یا اس قسم کی حدیث سے قیاس ترتیب دے کر یہ مسئلہ ثابت کرنا چاہے کہ جب بزرگان دین خدا کے یہاں زندہ ہیں تو وہ ہماری بات یا دعا سنتے ہوں گے اور خدا کے یہاں ہماری سفارش کریں گے اور مدد دیں گے تو یہ اس کی زیادتی ہے اور ایسے شخص کی بابت دوسری آیت میں جیسا کہ تم نے دیکھا سخت سرزنش ہے کہ "اس کے دل میں شیطانی فساد ہے۔" کیونکہ خدا کے یہاں جو کچھ حیات یا رزق کا حساب ہے بس وہ خدا ہی کے یہاں ہے، ہمارے علم سے باہر ہے جو کوئی شخص ان کی تفسیر و بیان و تاویل شروع کر کے اس پر کوئی دوسرا مسئلہ اور مطلب مرتب کرے گا تو وہ خدا کے آگے گنہگار ہوگا اور اس کا دل درحقیقت خدا کے اس صریح حکم سے پھرا ہوا ہے، اور وہ صرف اپنے خیالی توہمات کے پیچھے پڑا ہوا ہے جس کو سوائے گناہ کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا پس زندہ آدمیوں کے لین دین اور مدد پر ان بزرگوں کو قیاس کرنا جن کو خدا کے یہاں ایک ایسی حیات نصیب ہے جس کی حقیقت کو کوئی نہیں جانتا دین سے لاعلمی و جہالت کی دلیل ہے۔

سوال: تو پھر آخر وہاں کی حیات یا معاملات کی بابت کوئی ایسی بات بیان کر سکتے ہو جس سے کچھ صحیح معلومات حاصل ہو سکے؟

جواب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحیح حدیث میں فرمایا ہے جس کا پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔

نحن معشر الانبیاء نکلم الناس بقدر عقولھم

ہم پیغمبروں کی جماعت ہیں' لوگوں سے ان کی عقلوں کی مقدار کے مطابق بات کرتے ہیں۔

اور ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کی حیات' عالم برزخ اور جنت اور وہاں کے معاملات اور نعمتوں کی بابت فرمایا ہے:

مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر

وہاں ایسا معاملہ ہے کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں وہاں کا معاملہ آ سکتا ہے۔

غرض کہ یہ کل معاملہ انسان کے قابو سے باہر ہے۔ پیغمبروں کا معاملہ الگ ہے کہ ان کو وحی کی مدد حاصل ہے۔

سوال: بالفرض اگر اہل قبور و بزرگان دین نہ سنیں تو ان کا وسیلہ دینا بھی بیکار ہے؟

جواب: یہ تو تم جانتے ہو کہ وسیلہ کسی شخص کے گوشت پوست کا نہیں دیا جاتا بلکہ اس کے نیک اعمال کا دیا جاتا ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ اعمال سب کے خدا کے یہاں موجود رہتے ہیں' اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ خدا کو ہر نیک انسان کی عزت کا خیال رہتا ہے۔ پس بالفرض اگر بزرگ کو علم یا خبر نہ بھی ہوئی تو خدا کو تو خبر ہے کہ اس شخص نے میرے فلاں بندہ کا واسطہ دیا ہے' کیونکہ ہم بزرگ سے تو نہیں مانگتے' ہم تو خدا سے مانگتے ہیں۔ پس نیکوں کے یاد کرنے والے کے ساتھ خدا نیکی سے پیش آتا ہے کیا قرآن میں یہ نہیں ہے کہ تابوت سکینہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا متروکہ تبرک تھا نبی اسرائیل میں ان کے پیغمبروں کے زمانہ میں

بطور تبرک استعمال ہوتا تھا' جیسا کہ قرآن میں اس کا ذکر آیا ہے[1]

سوال: تو پھر سابقہ سوالات کے جواب میں جو قدرے تشدد سے کام لیا گیا ہے یہ کیوں؟

جواب: تشدد سے ہرگز کام نہیں لیا گیا ہے' بلکہ شرع کے مطابق اصل مسئلہ کو ظاہر کیا گیا ہے شرع میں حکم ہے کہ اپنی حد پر رہو' مطلب تو صرف یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ بزرگان دین سے مدد نہ مانگو کہ یہ حد سے باہر ہونا ہے کیا اگر کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہ مانے بلکہ صرف پیغمبر مانے تو بیٹا ماننے والوں کی یہ بات صحیح ہوگی کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے ادبی کرتے ہیں۔

سوال: تو جب معاملہ سارا خدا ہی پر موقوف رہا تو پھر وسیلہ کی کیا ضرورت؟

جواب: وسیلہ اور واسطہ دے کر دعا مانگو تو اچھا ہے' اور اگر نہ دو تو بھی خدا دعا قبول کرنے میں کسی وسیلہ کا محتاج نہیں ہے' بلکہ قرآن میں اور شرع کی کتابوں میں تو اس بات کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے کہ تم وسیلہ دے کر دعا مانگو' یہ جو ہم نے وسیلہ کا ذکر کیا ہے یہ تو صرف اس وجہ سے کہ اہل علم نے اس قسم کے وسیلہ کو ناجائز قرار نہیں دیا باقی اصل دعا تو وہی ہے جس کو ہر شخص عاجزی کے ساتھ براہِ راست خدا سے مانگے' اور یہی بات جملہ خطروں سے خالی اور یہی اصل ہے۔

سوال: یہ جو لوگ بیان کرتے ہیں کہ بزرگان دین کے مزار پر جا کر دل کو ایک خاص قسم کا نور حاصل ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

---

(۱) ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۸ جہاں تابوت سکینہ کا ذکر ہے۔ (معراج محمد)

جواب: اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہے بلکہ میرا بھی تجربہ ہے مگر اس کی کیفیت کو عام لوگ نہیں جانتے اور غلط راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس کیفیت تک پہنچنا آسان نہیں ہے' اس کے لیے سب سے پہلی سیڑھی دل کی پرہیزگاری اور خدا کے ساتھ محبت ہے اور جملہ باتوں میں شرع کے مطابق چلنے کے بغیر یہاں کسی کا گزر نہیں ہو سکتا۔

یہ جو تم بعض پیروں کو دیکھتے ہو جو قوالیوں میں ناچتے ہیں یا مزارت پر قوالی کراتے ہیں' یہ سب کے سب اس نعمت سے محروم اور اس دائرہ سے باہر ہیں

خلاف پیغمبر کسی رہ گزید　　　　که هرگز بمنزل نخواهد رسید

اس مقام تک پہنچنا جاہل پیروں کا کام نہیں ہے' سب سے اول اس کے لیے شرع کا عالم ہونا ضروری ہے سابق زمانہ کے تمام اولیاء شرع کے پورے عالم ہوتے تھے کیونکہ جاہل پیر کا شیطان کے پھندے سے باہر ہونا مشکل ہے۔

سوال: اس کے لیے کیا کیا علم ضروری ہیں؟

جواب: قواعد عربی کے بعد فقہ' احادیث' قرآن اور اس کی تفاسیر کے پورے عالم ہونے کے علاوہ اس کی قلبی و عقلی حالت بھی درست ہو کہ یک من علم را دہ من عقل باید۔

سوال: لوگ بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کے لیے سفر کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

جواب: تین مقامات مکہ' مدینہ اور بیت المقدس کی زیارت کے لیے سفر کرنا جائز ہے' ان کے سوا بغرضِ زیارت ایسا سفر کرنا جس کا فاصلہ پیدل تین یوم یا زائد مقدار کا بن سکے جائز نہیں ہے' یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

حکم ہے اس میں علماء امت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ پس تم سرور قلب اور اس پاک عقیدہ کی وجہ سے جو خدا نے اپنے فضل سے تم کو اولیاء کرام کی بابت عطا فرمایا ہے ایسا کام نہ کرو جس سے تم الٹے خدا کے آگے گنہگار ہو جاؤ پس تم بجائے سفر کرنے کے کتاب میں ان کے حالات مطالعہ کرو جس سے تم کو وہی نور حاصل ہو جائے گا جو زیارت سے حاصل ہوتا ہے۔

سوال: لوگ جو کشف و کرامات علم لدنی اور روحانیت کی بابت کہتے ہیں یہ کیا معاملہ ہے؟ اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ روحانی طور پر خواب میں ملاقات ہوتی ہے؟

جواب: یہ سب حق ہیں مگر نہایت باریک معاملہ ہے قرآن میں دیکھو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک خاص قسم کا روحانی علم حاصل کرنے کے لیے حضرت خضر کی پیروی کی مگر پھر بھی ان کو وہ علم حاصل نہ ہو سکا اور خضر نے کہہ دیا کہ "میرے اور آپ کے درمیان جدائی بہتر ہے۔ اب میں تم کو وہ تین باتیں بتاتا ہوں جن کو تم نہ سمجھ سکے۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ ایک امتحان تھا جو ایک سوال کے جواب میں انہوں نے سکوت فرمایا تھا اور یہ خیال دل میں آیا تھا کہ شاید میرے برابر کوئی عالم نہ ہوگا قرآن میں اس قسم کی بہت سی مثالیں اور علم کے درجوں کا ذکر ہے مثلاً حق الیقین عین الیقین پس جس کو حق الیقین یا عین الیقین حاصل ہو جائے تو پھر اس کا کیا ٹھیک ہے علم ہی کی وجہ سے بعض انبیاء دوسرے انبیاء سے افضل ہوئے ہیں:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (سورۃ البقرہ: ۲۵۳)

یہ پیغمبر ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

اور اسی وجہ سے یوسف علیہ السلام کے ذکر میں خدا نے فرمایا ہے:

وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْم (سورہ یوسف: ۷۶)

ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے

اور اسی بناء پر قرآن میں صدیقین وصالحین کے ساتھ خیر و برکت کا ذکر آیا ہے ظاہر ہے کہ یہاں خیر و برکت سے علم لدنی مراد ہے اور اسی وجہ سے قرآن میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْ رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْ تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ اِلَّا تَخَافُ وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ (حم السجدہ: ۳۰)

جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غم کرو اور جنت کی خوشخبری لو اور اس کی خوشی مناؤ۔

ظاہر ہے کہ ایسے لوگ نزول ملائکہ عدم خوف اور بشارت جنت کو روحانی طور پر معلوم کر لیتے ہیں جو عوام کے علم سے بالا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ انبیاء کا مرتبہ اولیاء سے بہت زیادہ ہے، اول اس وجہ سے کہ انبیاء قطعی جنتی ہیں مگر کسی بھی ولی کا قطعی جنتی ہونا ضروری نہیں ہے، دوم اس وجہ سے کہ انبیاء کا علم عام ہے، بہت سے اقسام معلومات کو شامل ہے جبکہ ولی کا علم قلیل معلومات کو شامل ہوتا ہے پس اگر کسی ایک بات میں خضرؑ کا علم موسیٰؑ سے بڑھا تو اس کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ سے وہ افضل نہیں ہو سکتے مثلاً شرع کا ایک بہت بڑا عالم ہے مگر وہ بندوق بنانا نہیں جانتا پس

بندوق بنانے کا ماہر اس عالم سے افضل نہیں ہوسکتا سب سے روشن بات تو یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ یہ واقعہ محض بطریق امتحان پیش آیا تھا مگر بہر حال روحانی علم قرآن وشرع کی کتابوں سے ثابت ہے مگر اس کا سب سے روشن اور بڑا حصہ پیغمبروں کو حاصل ہے اور اس سے کم بطریق عکس دوسرے لوگوں کو لیکن جیسا کہ ظاہری علوم شاخ در شاخ ہیں اس سے زیادہ روحانی علوم شاخ در شاخ ہیں علم روحانی کشف سے تعلق رکھتا ہے جو کبھی موجود ہوتا ہے اور کبھی بالکل خالی۔ دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے سے قریب کنوئیں میں یوسف علیہ السلام کو معلوم نہ کیا مگر کئی برس بعد کئی سو میل کے فاصلہ پر مصر میں معلوم کیا۔

خادم العلماء والمشائخ

نور محمد نقشبندی چشتی قادری سہروردی

یکم رمضان ۱۳۵۱ھ

مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۳۲ء